ڈاکٹر مُنیر احمد مُغل
ایم۔اے اُردو، ایل۔ایل۔بی، پی۔ایچ ڈی (اسلامیات)

اجتہاد اور مُجتہد

شرع اسلامی شریعت الٰہیہ ہے جو مشہور اور مقررہ اصول سے ماخوذ ہے خواہ وہ اصول منقولہ ہوں جیسے کتاب اللہ تعالیٰ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یا عقلی ہوں جیسے اجماع قیاس اور استحسان وغیرہ۔ انہی دلائل شرعیہ سے استخراج و استنباطِ احکام کا نام اجتہاد ہے۔

امام المفسرین، رئیس المحدثین، مجدد ملت، فقیہہ الامت، امام المجتہدین، عارف باللہ، رازدارِ حقائق و معارف، آگاہ کارِ ستر پردۂ اسرار و حکم، راز آگاہِ علوم نبوت، علمبردارِ رشد و ہدایت حجۃ اللہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) نے اپنی محققانہ تصنیف "عقد الجید فی ادلۃ الاجتہاد و التقلید" میں اجتہاد کی حقیقت یہ بیان فرمائی ہے۔

"اجتہاد کی حقیقت جو کچھ علماء کے کلام سے سمجھی گئی ہے یہ ہے کہ شریعت کے فروعی احکام کو اس کے تفصیلی دلائل سے سمجھنے کے لئے پوری محنت کا صرف کردینا۔ جن دلائل تفصیلیہ کا مرجع کل چار چیزیں ہیں۔ کتاب۔ سُنت۔ اجماع اور قیاس۔ اس تعریف سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اجتہاد اس سے عام ہے کہ وہ اسی حکم کے معلوم کرنے میں محنتِ کامل صرف کرنا ہو جس میں علمائے سلف

کلام کر چکے ہیں یا نہ ہو۔ مجتہد اپنے اس اجتہاد میں علمائے سلف کا موافق ہو
یا مخالف اور نیز اس سے عام ہے کہ یہ اجتہاد کسی دوسرے کی مدد سے ہوا ہو،
مثلاً کسی نے مسائل کی صورتوں کو بتا دیا ہو اور مانند احکام کی طرف دلائل تفصیلی سے اشارہ
کر دیا ہو یا کسی دوسرے کی مدد سے نہ ہوا ہو۔" [1]

اجتہاد کی اہمیت اس بات سے واضح ہے کہ اجتہاد ہی کے ذریعے معاملاتِ روزمرہ اور معاشرۂ انسانی کے تقاضوں کو کما حقہٗ پورا کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اجتہاد شرع اسلامی کی تاریخ کا لازمی عنصر شمار ہوتا ہے۔ [2]

اجتہاد کا موقع قرآن و سُنّت کے بعد ہے۔ کتاب و سنّت میں حکم کی موجودگی کے ہوتے ہوئے اجتہاد کی طرف پیش رفت نہیں کی جا سکتی۔

قرآنی احکامات زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کئے ہوئے ہیں قرآن پاک، مجید، حکیم، فرقان حق، برہان، اللہ کی آیات، مبین ہونے کے ساتھ ساتھ ان اوصاف سے بھی متصف ہے۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (۳۸:۶)

ترجمہ: اس کتاب میں کوئی فروگذاشت نہیں۔

تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ (۱۶: ۸۹)

ترجمہ: ہر چیز کا بیان صراحتہً ہے۔

اسی طرح مہبطِ وحی خاتم النبیین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول و فعل ایسا نہیں جس کی بنیاد قرآنی آیت نہ ہو۔ خود قرآن کریم نے دعویٰ کیا ہے کہ:

---

[1] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ عقد الجید ص ۷-۸۔

[2] ڈاکٹر صبحی محمصانی۔ فلسفہ شریعت اسلام۔ ص ۲۱۳-۲۱۴۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ (۵۳ : ۳)

: اور وہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم جب رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسائل کا حل قرآن پاک سے مستنبط کرتے رہے۔

خلافت راشدہ میں جب ایک نو بیاہتے جوڑے کے یہاں نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا شوہر نے اس کی ولدیت سے انکار کر دیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قرآن پاک کی دو آیات کی بنا پر ثابت کیا کہ بچہ اسی کا ہے۔

(۱) حَمْلُهٗ وَ فِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ (۴۶ : ۱۵)

اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے۔

(۲) وَ فِصَالُهٗ فِيْ عَامَيْنِ۔ (۳۱ : ۱۴)

اور اس کا دودھ چھوڑنا دو برس میں ہے۔

حمل اور فصال کی مجموعی مدت میں سے مدت فصال تفریق کر دینے کے بعد مدت حمل چھ ماہ قرار پاتی ہے۔

تفقہ فی الدین کی اہمیت اور اس کے فرض کفایہ ہونے کا ثبوت ذیل کی آیت کریمہ سے ملتا ہے۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ۔ (۹ : ۱۲۲)

ترجمہ: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔

استنباط مسائل کے لئے استنباط کے اہل اور با اختیار حضرات کی طرف رجوع کرنے کا حکم ذیل کی آیت کریمہ سے ملتا ہے۔

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ۔ (۴ : ۸۳)

ترجمہ: اور اگر اس میں رسولؐ اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوش کرتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں اولی الامر سے ایسے اہل حل و عقد مراد لیتے ہیں جو قرآن و سنّت سے استنباط کر سکتے ہوں۔

اجتہاد کے محمود و پسندیدہ فعل ہونے اور اس کے موقع کے بارے میں مندرجہ ذیل حدیث حجت ہے۔

سرورِ کونین، حبیبِ خدا، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو دریافت فرمایا۔

اے معاذ! مقدمات کیسے فیصل کرو گے؟

عرض کی۔ کتاب اللہ سے۔

رسالتؐ مآب نے فرمایا: اگر اس میں نہ ملے؟

عرض کی: سنّت رسولؐ اللہ سے۔

ہادی جن و انسؐ نے فرمایا: اگر اس میں بھی نہ ملے؟

عرض کی: اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔

(معلم انس و جاںؐ) نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں (اور اس کا شکر ہے کہ) اس نے اپنے رسولؐ کے فرستادہ کو ایسی توفیق عطا فرمائی کہ اللہ کا رسولؐ اس سے راضی ہو گیا[1] (یعنی شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے اپنے رسولؐ کی مرضی کے مطابق حضرت معاذؓ کی رائے کو کر دیا۔)

اگر اجتہاد کرنا درست نہ ہوتا تو معلم انسانیت (فداہ امی و ابی) علیہ التحیۃ والسلام حضرت معاذؓ کو اجتہاد سے منع فرما دیتے۔

حدیث بالا نے یہ بات صاف کر دی کہ جہاں حکم منصوص نہ ہو وہاں اجتہاد کرنا محمود ہے۔

---

[1] ابوداؤد، سنن، کتاب الاقضیہ۔ ترمذی، سنن، کتاب الاحکام۔

اور یہ بھی پتہ چلا کہ اپنے عامل کی صلاحیت کو نعمت خداوندی سمجھنا اور اس پر شکر ادا کرنا سُنّت رسول ہی میں سے ہے۔

جب کسی مسئلہ پر اجماع ہو جاتا ہے تو وہ بھی نص کی طرح حجّت قرار پاتا ہے۔

اسلام خدا تعالیٰ کا آخری اور اکمل دین ہے اور نعمت عظمیٰ ہے۔ نبی اکرمؐ خاتم النبین اور خدا تعالیٰ کے آخری رسولؐ ہیں۔ قرآن پاک سلسلہ وحی کی آخری کتاب ہے۔ مسلمان امّت وسطیٰ ہیں اس اُمّت کے افراد محدث و ملہم کے منصب پر فائز ہیں۔ اس کے علمائے کرامؒ (خداوند کریم ان کی نیک کوششوں کو قبول فرمائے) انبیاء کے وارث قرار دیئے گئے ہیں۔ اور فقہاء و مجتہدین اولوالامر کے زمرے میں شامل ہیں جن کی اطاعت و اقتداء لازمی ہے ان کا قیاس اور استنباط دین میں اساس کی حیثیت رکھتا ہے۔

ہر دانائی مومن کی متاع گم گشتہ ہے۔ حصول علم ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے چاہے اس کے حصول کے لئے چین جیسے دور دراز ملک جانا پڑے۔ ہر لحظہ نئے نئے حادثات رُونما ہوتے ہیں اور ایسے جزئیات پیش آتے ہیں جن کا حکم صراحتاً کتاب و سُنّت میں موجود نہیں ہوتا۔ ان جزئیات کے احکام کا علم حاصل کرنے کے لئے اجتہاد کرنا ضروری ہے۔ ہم مسلمانوں کو نہ صرف خود احکامِ الٰہی کی پابندی کرنا ہے بلکہ دنیا کی تمام اقوام کو درپیش مسائل کا اسلامی حل پیش کرنا ہے اور یہ ثابت کرنا ہے کہ اسلامی حل ہی درست ترین حل ہے جب یہ دین قیامت تک کے لئے آیا ہے تو قیامت تک اٹھنے والے نت نئے مسائل کا حل بھی کوشش کرنے والوں کو ضرور کتاب اللہ۔ سنّت رسول اللہ اور اسلاف صالحین کے اجماع کی روشنی میں ملتا رہے گا اور خدا کی یہ زمین کبھی ایسے نیک اور صالح اہل الذکر اور اولی الامر سے خالی نہ ہوگی۔

تفصیل و تبیین کا موجود ہونا ایک بات ہے اور کوشش کر کے اس کو پالینا دوسری بات ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے دو باتیں نکھر کر سامنے آتی ہیں۔

ایک تو یہ کہ مجتہد کو عصر حاضر میں پیش آنے والے حالات و واقعات وحادثات اور جزئیات سے پوری آگہی ہو اور دوسری طرف وہ راسخین فی العلم کے درجے پر پہنچ چکا ہو اور کتاب وسنت کے علوم پر پورا پورا عبور رکھتا ہو۔ اور استنباط مسائل پورے اخلاص، تقویٰ اور للّٰہیت کے ساتھ کرنے والا ہو۔ بلکہ اسے عبادت سمجھ کر کرے تبھی اس کی خطاء اجتہادی پر ایک اور صحت اجتہادی پر دو اجر مترتب ہوں گے۔

استنباط احکام کے منابع اور متعلقات یہ ہیں۔

۱ - عبارۃ النص
۲ - اشارۃ النص
۳ - دلالۃ النص
۴ - اقتضاء النص
۵ - قیاس بالوصف
۶ - قیاس بالعلت
۷ - قیاس بالشرط
۸ - استحسان
۹ - استصحاب
۱۰ - تعامل
۱۱ - اشباہ ونظائر
۱۲ - مصالح مرسلہ

رہا یہ سوال کہ اجتہاد کرنے کی اہلیت کیا ہے یا ایک مجتہد کے لئے قیاسی اجتہاد کے شرائط کیا ہیں یا ایک مجتہد میں کیا ضروری اوصاف ہونے چاہئیں تو امام بغویؒ کے نزدیک مجتہد وہ

ہے جو پانچ علوم کا جامع ہو یعنی وہ

۱ - کتاب اللہ عزّ و جلّ کا علم

۲ - سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم

۳ - علمائے سلف کے اقوال کا علم کہ وہ کس مسئلہ میں متفق ہیں اور کس میں مختلف

۴ - علم لغت عرب

۵ - علم قیاس (کتاب، سُنّت و اجماع میں صریح طور پر مطلوبہ حکم نہ ملے تو کتاب و

[illegible] استنباط حکم کا طریقہ)

مجتہد کے لئے قرآن کریم کے علم میں سے اِن کا جاننا ضروری ہے۔

۱ - ناسخ و منسوخ

۲ - مجمل و مفسّر

۳ - خاص و عام

۴ - محکم و متشابہ

۵ - کراہت و تحریم

۶ - اباحت و نُدُب (استحباب) اور وُجُوب

حدیث کے علم میں سے ایک مجتہد کے لئے مندرجہ ذیل کا جاننا ضروری ہے۔

۱ - ناسخ و منسوخ

۲ - مجمل و مفسّر

۳ - خاص و عام

۴ - محکم و متشابہ

۵ - کراہت و تحریم

۶ - اباحت۔ نُدُب اور وجوب۔

۷ - حدیث کی اقسام

(۱) صحیح

(۲) ضعیف

(۳) مسند

(۴) مُرسل

۸ - حدیث کو قرآن پر اور قرآن کو حدیث پر منطبق کرنے کی معرفت حاصل ہو حتیٰ کہ اگر کوئی حدیث ایسی ہے جس کا ظاہر قرآن پاک کے موافق نہ ہو تو اس کی مطابقت کا سراغ لگا سکے کیونکہ حدیث قرآن کا بیان ہے۔ مخالف قرآن نہیں اور احادیث میں سے صرف ان احادیث کا جاننا ضروری ہے جو شرعی احکام کے بارے میں وارد ہوئی ہیں نہ وہ حدیثیں جن میں قصص و اخبار و مواعظ مذکور ہیں۔

علم لغت عربی میں سے ایک مجتہد کو اس قدر جاننا ضروری ہے جو قرآن وحدیث کے احکامی امور میں واقع ہوئے ہیں۔ تمام لُغات عرب کا احاطہ شرط نہیں۔

بہتر یہ ہے کہ علم لغت میں اتنی محنت کرے کہ عرب کے کلام کے مقصود سے واقف ہو جائے اس طرح کہ اختلاف کے مواقع اور حالات کی وجہ سے کلام مذکور سے یہ مراد ہے۔

شریعت کا تخاطب عربی زبان میں ہے جو شخص عربی سے واقف نہ ہوگا وہ شارع کی مراد (اور مقصود) نہ پہچانے گا۔

صحابہ و تابعین کے اقوال سے اس قدر جاننا ضروری ہے جو احکام میں منقول ہیں۔

اسی طرح بڑا حصہ ان فتاویٰ کا جاننا ضروری ہے جو امت کے فقہا نے دیئے ہوں تاکہ اس کا حکم سلف کے اقوال کے مخالف نہ ہو ورنہ اس صورت میں اجماع کی مخالفت ہوگی۔

جب ان پانچ علوم کے اکثر اور بڑے حصہ پر قادر ہو جائے تو وہ اس وقت مجتہد ہے
ن تمام علوم کی معرفت مجتہد ہونے کے لئے اس طرح شرط ہے کہ کوئی چیز ان علوم کی
ں سے باقی نہ رہے۔

اگر ان علوم پنجگانہ میں سے کسی ایک سے بھی ناواقف ہو تو اس کا راستہ تقلید کرنا ہے اگرچہ
ہ شخص ائمہ سلف میں سے کسی ایک کے مذہب میں ماہر کامل ہی ہو ایسے شخص کو عہدۂ قضاء
ختیار کرنا اور فتویٰ دینے کا امیدوار ہونا درست نہیں۔

کوئی شخص جب :

۱ - ان پانچوں علوم کا جامع ہو۔

۲ - خواہشاتِ نفسانی سے دور رہنے والا ہو۔

۳ - بدعتوں سے علیحدہ ہو۔

۴ - پاکیزگی اور تقویٰ کو شعار بنایا ہوا ہو۔

۵ - کبیرہ گناہوں سے محترز ہو۔

۶ - صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ رکھتا ہو۔

تو ایسے شخص کو عہدہ قضا کا اختیار کرنا اور اجتہاد و فتویٰ سے شرع میں تصرف کرنا جائز ہے۔
جو شخص ان شرائط کا جامع نہ ہو اس پر حوادث (وواقعات) میں تقلید کرنا واجب ہے [۱]

امام المجتہدین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ایک مجتہد کے لیے مندرجہ ذیل شرائط
بیان فرماتے ہیں۔

۱ - قرآن و سنت کا علم جس قدر احکام سے متعلق ہو۔

---

[۱] بحوالہ عقد الجید : ص ۱۱ تا ۱۵۔

۲ - اجماع کے مواقع کا علم
۳ - قیاس کے صحیح شرائط کا علم۔
۴ - کیفیتِ النظر (مقدمات کی صحیح ترتیب) کا علم
۵ - علوم عربیہ
۶ - ناسخ و منسوخ کا علم
۷ - راویوں کے حالات کا علم

ان کے نزدیک علم کلام اور فقہ کی اجتہاد میں ضرورت نہیں[1] اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ ذیل قول نقل فرمایا ہے۔

"ہمارے زمانے میں اجتہاد فقہ میں ممارست (اور مشق) سے حاصل ہوتا ہے اس زمانے میں تحصیل درایت (فہم مسائل حاصل کرنے کا) یہی ایک طریقہ ہے صحابہؓ کے زمانے میں یہ بات نہ تھی"[2]

اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں۔

"امام غزالیؒ کی مراد یہ ہے کہ "اجتہاد مطلق منتسب" جب پورا ہوتا ہے کہ مجتہد مستقل کی تصریحات سے ہر منتسب کو واقفیت حاصل ہو۔ جبکہ مجتہد مستقل کے لئے صحابہؓ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے کلام سے ابواب فقہ میں واقف ہونا ضروری ہے اجتہاد کی یہ شرط جو ہم نے ذکر کی ہے اصول کی کتابوں میں بڑی تفصیل سے مذکور و موجود ہے"[3]

---

[1] شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ عقد الجید۔ ص ۱۰۱۔

[2] ایضاً۔

[3] ایضاً، ص ۱۰۱، ۱۱۱۔

مجتہد مطلق کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ مجتہد مُستقِل

۲۔ مجتہد مُنتَسِب [1]

مجتہد منتسب سے نیچے دو درجے ہیں۔

۱۔ مجتہد فی المذہب

۲۔ مجتہد الفُتیاء [2]

اس کے بعد درجہ ہے۔

۱۔ متبحّر فی المذہب [3]

کتب فتاویٰ میں فقہائے اسلام کے سات طبقات مذکور ہیں۔

۱۔ مجتہد فی الشرع

۲۔ مجتہد فی المذہب

۳۔ مجتہد فی المسائل

۴۔ اصحاب تخریج

۵۔ اصحاب ترجیح

۶۔ اصحاب تمییز

۷۔ اصحاب فتویٰ [4]

---

[1] عقد الجید۔ ص ۱۵۱۔

[2] عقد الجید۔ ص ۱۷۱۔

[3] عقد الجید، ص ۸۹۱۔

[4] مفتی محمد حسین نعیمی۔ مقالہ نمبر ۴۔ نفاذ شریعہ۔ بین الاقوامی سیمنار کی رپورٹ۔ ص نمبر ۲۶۔

جس طرح حفاظ قرآن کا اُمّت پر احسان عظیم ہے کہ انہوں نے قرآن پاک کو پوری صحت کے ساتھ بحفاظت تمام امت کے لئے محفوظ رکھا اسی طرح محدثین کرام کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے متون حدیث کو بغیر کسی تاویل و تحریف کے لوگوں تک جوں کا توں پہنچا دیا۔ اسی طرح کوئی شخص فقہائے کے احسان سے بھی سبکدوش نہیں ہوسکتا یہ وہ گروہ ہے جس نے حلال و حرام کے درمیان خطِ امتیاز کھینچا اور استنباط و استدلال سے فقہ اسلامی کی بنیاد رکھی۔ اولوالامر سے مراد علماء کرام ہیں اربابِ حکومت کو بھی ان لوگوں کی اطاعت کرنا چاہیے دنیا کی اصلاح کا دارومدار دو طبقوں پر ہے علماء پر اور حکام وقت پر۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا کہنا ہے کہ اگر یہ دو گروہ ٹھیک ہوجاتے ہیں تو پوری ملّت سنور جاتی ہے۔ اور یہ بگڑتے ہیں تو پورا معاشرہ بگاڑ کا شکار ہوجاتا ہے۔

اسلام میں قانون سازی کا دائرہ کار صرف یہ ہے کہ احکام الٰہی کی تنفیذ یا انتظامی معاملات میں قرآن وسنت کی رُوح کی مطابق قوانین بنائے جاسکتے ہیں اور اس سلسلہ میں مطاع، مطیع اور مشیر تینوں اس بات کے پابند ہیں کہ خود بھی احکام الٰہی پر عمل کریں۔ کوئی شخص خدا کے حکم سے بالاتر نہیں۔ سربراہ مملکت کے پاس ملک کی سربراہی خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک مقدس امانت ہے اور کل کو وہ اس سلسلہ میں پورا پورا جواب دہ ہے۔ جب تک سربراہ مملکت معصیت کا حکم نہ دے اس کی اطاعت ملک کے باشندوں پر واجب ہے۔ جب کوئی نیا مسئلہ سامنے آئے تو سربراہ مملکت ارباب حل وعقد اور علمائے کرام پر مشتمل مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کرے اور وہ لوگ پوری دیانت داری کے ساتھ کتاب وسنت کی روشنی میں اس کا حل تجویز کریں اور جب سربراہ مملکت پوری خدا خوفی کے ساتھ کسی نتیجہ پر پہنچ جائے تو پھر توکلاً علی اللہ اس پر عملدرآمد کرائے۔

اجتہاد کی جملہ شرائط کے حامل افراد اگر قرآن و سُنّت کی تعبیر کریں تو وہ بھی اجتہاد ہی کی ایک صورت ہوگی۔ مثلاً ایک مجتہد اگر یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ قرآن و سُنّت ایک اسلامی ریاست

کے خدوخال، اس کے اندر نافذ ہونے والے قوانین، اس کی معاشرتی و معاشی ذمہ داریوں
اس کی داخلی و خارجی حکمت عملیوں اور اس کے تعلیمی و تکنیکی اداروں کے چلانے کے بارے
میں کیا راہنما اصول دیتے ہیں تو یہ استخراج یا استنباط قرآن و سنت کے احکام کی تعبیر سے حاصل
ہو سکتا ہے جیسے مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے اپنی تفسیر المقام المحمود میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے
مولانا سندھیؒ قرآن، سنت، آثارِ قدیمہ، ائمہ اربعہ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے باہر نہیں جاتے۔
ان کی پوری پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ تاریخ عالم اور علوم متداولہ کے مطالعہ کو انہی پاک و طاہر
منابع کی روشنی میں دیکھ کر عصر جدید کے مسائل کا حل پیش کریں۔ وہ شخص جس نے اپنا گھر بار
دھرم۔ بال بچے۔ سکھ چین سب دین اسلام پہ قربان کر دیا اس کے خلوص پر اور کیا دلیل درکار
ہے۔ علمائے کرام (خدا تعالیٰ ان کا فیض جاری رکھے) ہر وقت یہ حق رکھتے ہیں کہ حق و باطل میں
آمیزش نہ ہونے دیں۔ ان کی تنقید سے خوفزدہ ہونے کے بجائے اس کو سراہنا چاہیئے تاکہ
حق نکھر کر سامنے آجائے اور کسی کی ذاتی رائے جو حق کے خلاف ہو دین میں راہ نہ پاسکے۔

حق کی مخالفت اور چیز ہے اور حق کے سمجھنے میں اختلاف اور چیز۔ علماء کا اختلاف اسی معنی میں
رحمت ہے۔ کہ اس سے ایک بات کے کئی پہلو سامنے آجاتے ہیں اور عمل کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

ہمارے زمانے میں اجتہاد ائمہ اربعہ کی رائے کی روشنی میں ہونا چاہیئے یہ بات ہمیں اس
ورثہ سے محرومی سے بچالے گی جو اسلاف سے کٹ کر مقدر بن جاتی ہے۔ حوادث کی بھی
کڑیاں ہوتی ہیں۔ ایک ردّے پر دوسرا ردّا لگ رہا ہوتا ہے خداوند کریم نے یہ ساری دنیا
عبث اور باطل نہیں پیدا کی۔ پس اسلاف کی محنتوں سے فائدہ اٹھانا ہی برکات و آسانی کا موجب
ہوگا۔ یہ بات آج کل سمجھنا اس لئے مشکل نہیں کہ سائنسی ایجادات بھی پہلے سائنسدانوں کے تجربات
سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آگے بڑھنے سے حاصل ہوئی ہیں۔ ماضی سے ربط و سبق حاصل کرنا، حال
پر غور و فکر کرنا اور مستقبل کے لئے راستہ صاف کرنا عقلمندی ہے۔ ائمہ اربعہ کے خلوص، ورع

تقویٰ اور انکے علم کے سمندر ہونے کا کون انکار کر سکتا ہے۔ حضور اکرمؐ نے اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی علم حاصل کیا۔ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کے شفاف چشمہ سے سیرابی حاصل کی، تابعین نے آثار صحابہؓ سے فیض حاصل کیا، تبع تابعین نے تابعین کے ابرِ کرم سے پیاس بجھائی، صالحین مابعد نے اسی طرح رشد و ہدایت کا سلسلہ آج ہم تک پہنچایا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم، رضی اللہ تعالیٰ عنہم، رحمۃ اللہ علیہم کے الفاظ اسی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ ہمارے اسلاف نے ہمارے لئے بہت کچھ ذخیرہ چھوڑا ہے ہمیں جدید مسائل کے حل میں ان کے فیصلہ جات سے مطابقت پیدا کرنے کی اَن تھک، دیانتدارانہ، خوفِ خدا کے تحت، امت کی خیر خواہی کے جذبہ سے بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ اپنی کمزوریوں کو دور کرنا چاہیئے اور علم و ہنر کے اوجِ ثریا پر پہنچنا چاہیے۔ خدا کی مدد ایمان والوں کو ضرور پہنچ کر رہتی ہے۔ ہمارا یہ طرزِ عمل ہمارے ظاہر باطن میں ایک انقلاب لے آئے گا۔ اجتہاد کا میدان یقیناً بہت وسیع بھی ہے اور پر خطر بھی۔ تاریخ اسلامی گواہ ہے کہ مسلمانوں نے اس میدان میں کبھی کم ہمتی نہیں دکھائی۔

قرآن کریم کی فصیح آیات اور بلیغ کلمات کے اصل مطالب اور حقیقی معنیٰ مراد کو سمجھنے کے لئے جن فنون و علوم کی ضرورت ہے ہمارے لئے ضروری ہے کہ دن رات ایک کر کے ان کو علماء کی صالح جماعت سے تحصیل کریں اور ان کے مطابق اپنے کردار کو ڈھالیں اسی طرح علمائے کرام کو عصر حاضر کے علوم کی تحصیل میں پوری پوری کوشش کرنا چاہیئے تاکہ جو خلیج دار العلوم اور یونیورسٹی کے فارغ التحصیل حضرات میں پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے وہ ختم ہو جائے اور دین و دنیا کی سروری امت مسلمہ کے حصّہ میں آجائے۔ تاکہ ساری دنیا نور الاسلام سے جگمگا اُٹھے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ